ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

امجد اسلام امجد کے شعری مجموعے "یہیں کہیں" کا موضوعاتی مطالعہ

AMJAD ISLAM AMJAD'S POETIC COLLECTION 'YAHIN KAHIN': A THEMATIC STUDY

ڈاکٹر آمنہ رفیق

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور کیمپس

Dr. Amna Rafiq

Assistant Professor. Department of Urdu, The University of Lahore, Lahore Campus

amna.rafiq@urdu.uol.edu.pk

Abstract:

Amjad Islam Amjad was a popular and versatile poet. He stepped into the genre of Urdu Poetry in 1974 through his poetic collection "Barzakh". He presented a number of poetic collections to Urdu Literature. He was basically a poet of free verse in Urdu but was equally successful in Urdu ghazals. His poetic collection "Yahin Kahin" was published in 2006. His poetry carries a wide range of topics. Love, separation, fate, nature, sympathies for humanity and evenings that breathe in the past when accompanies his unique poetic style, enhances the beauty of his poetry. This article is written to commemorate him. His collection "Yahin Kahin" has been analysed in the light of his unique poetic style.

Keywords:Amjad Islam Amjad, Urdu Poetry, Yahin Kahin, Poetic themes, Poetic Style,

امجد اسلام امجد کی شاعری ان کے خونِ جگر سے نمود پاتی ہے۔انہیں محبت کا شاعر کہا جاتا ہے۔ جہاں ان کی شاعری رومانوی روپ دھارتی ہے وہاں ہی وہ اپنا رشتہ غمِ حیات سے بھی قائم کرتی نظر آتی ہے۔ان کی شاعری میں کھوئے ہوؤں کی جستجو ہے، وہاں وہ مستقبل سے اُمیدیں بھی وابستہ کرتے ہیں۔ماضی کی یادیں ان کے گزرتے دنوں کو جینے کا حوصلہ عطا کرتی ہیں۔ گزرے دنوں کا محبوب لمس ان کے روز و شب کو معطر کرتا ہے۔وہ جذبوں کی شدت کا بھی احساس رکھتے ہیں اور تلخیوں کی انتہا سے بھی واقف ہیں۔ غمِ حیات اور مستقبل سے جڑی اُمیدیں ان کی شاعری میں قدم سے قدم ملا کر چلتی ہیں۔وہ ماضی میں پناہ لے کر ان لمحوں کو پھر سے جینے لگتے ہیں مگر اسی ماضی سے وہ لوٹ آنے کی راہ سے بھی آشنا ہیں۔اَن کہی باتوں اور محرومیوں کے درمیان روشن دنوں کی اُمید کے ستارے یک دم جگمگانے لگتے ہیں۔وہ تلخئ حیات سے گھبراتے نہیں بلکہ آگے بڑھنے کا پختہ عزم کیے ہوئے ہیں۔

آخری شعلہ بن جانے تک آگ سے لڑتے جائیں!
جب تک راستہ رک نہیں جاتا آگے بڑھتے جائیں!(۱)

امجد اسلام امجد کی شاعری اگرچہ رومانیت میں تر نظر آتی ہے مگر "یہیں کہیں" میں خارجی حقائق اور ان کے ارد گرد سمٹی ہوئی دنیا کا احساس اور بھی گہرا نظر آتا ہے۔وہ اب بھی خواب دیکھتے ہیں اور اپنی رومانوی شاعری سے مہک اُٹھتے ہیں، مگر ان کے چاروں طرف لگے آئینے انہیں رومانیت سے ماورا دیکھنے اور پھر ان مناظر کو زبانِ قلم عطا کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ان کے ہاں اجتماعی دکھ ذاتی دکھ کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔وہ ان کو شدت سے محسوس کرتے اور اظہار کا آہنگ عطا کرتے ہیں۔ کینسر میں مبتلا ایک بچے کا غمِ مرض اور لمحہ لمحہ سنسان ہوتی زندگی کے احساس کی عکاسی اس طرح کرتے ہیں:

ہمارے خوں کی شریانیں (کہ جن میں زندگی کو رقص کرنا تھا)
اب ان میں موت کی پرچھائیاں کیونکر لرزتی ہیں!
ہماری منتظر آنکھوں سے کس نے چھین لیں

وہ سانس لیتی پھول تصویریں!

کہ جن کی سبز خوشبو سے ہوا میں جان پڑتی ہے۔

یہ کیسی موت ہے جو لحہ لحہ

زندگی کی راہ کو ویران کرتی ہے۔

ہمارے جسم کے اندر یہ کیسے سانپ نے ڈیرا لگایا ہے!

یہ کیسی بھیڑ ہے جو شہر کو سنسان کرتی ہے!!(۲)

عاشق امجد اسلام امجد کے دل پر اب بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ان کو معلوم ہے کہ حسن کا جلوہ اب بھی قائم ہے اور درِ دل پر دستک بھی دیتا ہے مگر یک دم کوئی وسوسہ ان کے قدم روک لیتا ہے۔ان کو احساس دلاتا ہے کہ وہ دن باقی نہ رہے جن میں وصل و سرگوشیاں میسر تھیں۔وہ راتیں بھی رخصت ہوئیں جن میں خوش رنگ تارے چمکتے تھے۔حسن کی دلکشی اب بھی ان کے دل کو اپنی اوڑھ کھینچتی ہے مگر وہ جانتے ہیں کہ اب وہ عاشقی کا موسم نہیں رہا اور اب وہ محض اپنی یادوں کی دنیا آباد رکھنا چاہتے ہیں۔

تمہارے سفر میں نہ دیکھی ہوئی منزلوں کی مہک ہے

مجھے اپنی یادوں کی دنیا میں رہنا ہے!

اور اب کوئی رستہ نہیں واپسی کا!

سنو، اب وہ موسم نہیں عاشقی کا!!(۳)

وہ عشق کو ایک کارِ مسلسل تسلیم کرتے ہیں جس کی انتہا ہر عاشق کے اپنے ہاتھ میں ہے۔جس کو جو توفیق میسر ہو وہ اتنی ہی گہرائی اور حسن اپنے عشق کو عطا کر سکتا ہے لیکن عشق کی ہر راہ پر قسمت کا پہرہ ہے۔وہ مقدر کے جبر کو محسوس کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ تقدیر کے آگے حیاتِ انسانی بے بس ہے۔

ہر دوراہے پہ نگہبان کھڑی ہے قسمت

کیسے ممکن ہے کہ ہر شخص کا سوچا، ہو جائے!(۴)

وقت کی موجوں پر دنیا کے بدل جانے کا امجد اسلام امجد بے حد افسوس کرتے ہیں۔وہ دنیا کی بے ثباتی کا احساس رکھتے ہیں۔ان کو یہ تلخ حقیقت بھی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ جس طرح ماضی میں لوگ اپنی زندگیوں کی بازی ہار گئے اور ان کے خوابوں سے کوئی بھی نیا آنے والا واقف نہ ہوا اسی طرح حال میں سانس لینے والے بھی موت سے ٹکرانے پر اسی کہانی کا حصہ بن جائیں گے۔لیکن نسلِ نو ان کے دریا برد ہونے والے خوابوں سے آشنا نہ ہو گی اور زندگی کی موجیں رواں دواں رہیں گی۔

اس کے بعد جو موج آئے گی اس کو یہ بھی علم نہ ہو گا

ابھی ابھی کچھ لمحے پہلے، یہیں کہیں کچھ خواب تھے زندہ

جن کو دیکھنے والی آنکھیں، یہیں کہیں پر ڈوب گئی ہیں۔(۵)

حیات کے مٹ جانے کا احساس جب شدت اختیار کرتا ہے تو انہیں یہ خیال ستانے لگتا ہے کہ کارواں کے کارواں اس صفحۂ ہستی سے مٹ گئے ان میں ایسے بھی کارواں تھے جو ناگہانی آفتوں کی نظر ہوئے۔اس میں مگر وہ مخفی اشارے تلاش کرتے ہیں اور ان کے تار انسانی ضمیر سے جوڑتے ہیں کہ جس کو جگانے کی خاطر خدا اہلِ جہاں کو ان آفتوں کے توسط سے اشارے دیتا ہے تاکہ وہ راہِ راست پر آنے کے موقع سے فائدہ اٹھا سکیں جو خداوندِ الٰہی نے ان کو عطا کر رکھا ہے۔

سوچیں تو اس میں ایک اشارہ بھی ہے نہاں

انسان کا ضمیر بھی مردہ ہو جس گھڑی

آتا ہے یوں ہی غیب سے پیغام ناگہاں

اے صاحبانِ درد، اے اہلِ جہاں سنو!

کچھ کہہ رہی ہیں تم سے یہ تاراج بستیاں!!(۶)

عصرِ حاصر کا انسان گردشِ روز وشب میں جس طرح مقید ہے اور اس کو بسر کرنے کا جو طور انسان نے اپنا رکھا ہے، امجد اسلام امجد اس پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔انسان میں جھوٹ کا سہارا لینے کی عادت اور پھر اپنے ہر جرم کے عوض کسی تاویل کی پیشکش، شاعر کو بے حد تکلیف دیتی ہے۔بقول اے بی اشرف:" *ہمارے دور کی منافقتیں، ریاکاریاں، دوہرا معیار، تضادات اور منفی اقدار ان سب کا حوالہ جو ہماری زندگی کا حوالہ ہے ان کی نظموں میں بار بار ملتا ہے* "(۷)۔امجد اسلام امجد کی شاعری میں عصرِ حاضر کے یہ انسان وہ ہیں جنھوں نے پرانی قدروں کو بوجھ سمجھ رکھا ہے۔انہوں نے ماضی کی عظیم قدروں سے ناطہ بھی توڑ لیا اور حال میں بھی اپنے قدم مضبوط نہ کر پائے اب مثلِ طائرِ بسمل اپنی حیات کو بسر کر رہے ہیں۔بے حسی اتنی ہے کہ کسی ذلت سے بھی ضمیر بیدار نہیں ہوتے۔ایسے میں اپنی پہچان قائم کرنا بھی مشکل ہے اور دوسروں میں سچ کی تلاش بھی ناممکن۔

اپنے ہر جرم کی تاویل ہے ہر شخص کے پاس
کون ایسے میں کرے، کیسے کرے
جھوٹ کی اوٹ میں پوشیدہ کسی سچ کی تلاش!(۸)

دورِ جدید کی تیز رفتار اور غیر اطمینان بخش زندگی کا احساس تب اور بھی تلخ ہو جاتا ہے جب شاعر یہ محسوس کرتا ہے کہ یہاں کوئی بھی شخص چین سے زندگی بسر نہیں کر رہا لیکن اس شدتِ یاس میں بھی وہ اپنے دل کو حوصلے کی تلقین کرتے ہیں اور اس بات سے دل بہلاتے ہیں کہ غمِ زندگی کے یہ فشار ازل سے یونہی قائم ہیں اور یہ محض تیرے مقدر کا جزو نہیں۔

یہ جو خار ہیں تیرے پاؤں میں، یہ جو زخم ہیں تیرے ہاتھ میں!
یہ جو خواب پھرتے ہیں دربدر یہ جو بات الجھی ہے بات میں
یہ جو لوگ بیٹھے ہیں جا بجا، کسی اَن بنے سے دیار میں
سبھی ایک جیسے ہیں سرگراں، غمِ زندگی کے فشار میں
یہ سراب یونہی سدا سے ہیں اسی ریگزارِ حیات میں
یہ جو رات ہے تیرے چار سو، نہیں صرف تیری ہی گھات میں!
دلِ بے خبر، ذرا حوصلہ!(۹)

ظلم کے خلاف اور انسانی حقوق کی حمایت میں امجد اسلام امجد نے ابتداء سے اپنے قلم کا وار استعمال کیا ہے۔ان کو انسانوں سے ہمدردی ہے، انسانیت سے محبت ہے، وہ انسانوں کے دکھوں کی آواز بنتے ہیں، ان کے حقوق کی بات کرتے ہیں اور ظالم کے خلاف بے خوفی سے ڈٹتے ہیں۔وہ صرف اپنے وطن کے لئے ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر انسانی حقوق کی حمایت کرتے ہیں۔اس مجموعے میں بھی وہ اسرائیلی جارحیت پر نوحہ کناں نظر آتے ہیں۔

جنازے اس قدر کثرت سے اُٹھتے ہیں
کہ گریہ تھم نہیں پاتا
یہ کیسی بے بسی ہے
زندگی اپنی گواہی موت کے ہونٹوں سے لیتی ہے!(۱۰)

امجد قدرتی آفات کو پہلے بھی موضوع بناتے آئے ہیں۔اس مضمون کے آغاز میں بھی اس حوالے سے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔آٹھ اکتوبر ۲۰۰۶ء کا زلزلہ بھلائے نہیں بھول سکتا۔نظم "مہلت" میں اسی زلزلے کو موضوع بنایا اور اس کے دردناک مناظر کو پیش کیا گیا ہے۔

ملبے میں دبے چیختے بچوں کی صدائیں
یوں کان میں آئیں
جیسے کوئی برچھی ہو اک حرفِ نوا میں
آنکھوں میں ہے اُمید نہ تاثیر دعا میں
ہے عین یقین، جس کا نہ ہوتا تھا گماں بھی

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

بے گور و کفن لاشوں کی تدفین کرے کون!
مشکل ہے یہاں ڈھونڈنا بستی کا نشاں بھی
قدموں پہ کھڑا کوئی مکاں ہے نہ مکیں ہے
معبود یہ مخلوق تھی تیری جو یہاں پر
بے نام ہوئی ایسی کہ گنتی میں نہیں ہے!(۱۱)

محبتِ انسانی سے امجد اسلام امجد خود بھی سرشار ہیں اور اس کے فروغ کی تمنا رکھتے ہیں۔ وہ دیگر انسانوں کو بھی خلوص، چاہت، محبت اور احساسِ انسانی کی تلقین کرتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ مثال دیکھیے:

بچھڑے ہوؤں کو پھر سے ملائیں اب ہے فرض ہمارا
پر ہم سب زخموں پہ لگائیں اب ہے فرض ہمارا
ننگے سروں پہ چادر رکھیں شل کاندھوں پر ہاتھ
لاٹھی بوڑھوں کی بن جائیں اب ہے فرض ہمارا
ٹوٹے ہوئے ہر دل کو جوڑیں، موڑیں وقت کا رخ
روتے ہوؤں کو پھر سے ہنسائیں اب ہے فرض ہمارا(۱۲)

شام کی ساعتیں محبت کرنے والوں کو عجیب بے چینی میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ شام کی وسعتیں اپنے اندر یادوں کے انبار سمیٹے دلوں کو چھوتی ہیں۔ یہ لمحے آنکھوں میں ماضی کے ستارے روشن کرتے اور دلوں کو یادوں کی آنچ سے گرما دیتے ہیں۔ امجد اسلام امجد کے ہاں بھی شام میں کچھ اسی انداز میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔

گھنی شاموں کی وسعت میں
کچھ ایسے ایک اک کر کے
کئی یادیں اترتی ہیں
مرے دل کی منڈیروں پر
تھکے ہارے پرندے خواہشوں کے جس طرح اتریں
خزاں آثار پیڑوں پر(۱۳)

امجد اسلام امجد کو "محبت" کا شاعر کہنے میں کوئی تامل محسوس نہیں ہوتا کیونکہ ان کی شاعری میں محبت کے مختلف روپ موجود ہیں۔ افتخار عارف لکھتے ہیں: "امجد کی شاعری کا عنصرِ غالب تمام اچھے شاعروں کی طرح 'محبت' ہے۔ رومان سے لے کر عشق تک کی ساری منزلیں امجد کی شاعری میں ملتی ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس کے ہاں جو کچھ بھی ہے وہ 'محبت کا پھیلاؤ ہے" (۱۴) ۔ امجد اسلام امجد کی شاعری میں محبت کے پُروقار جذبات اپنا عکس دکھاتے ہیں۔ ان کا محبوب روایتی نہیں بلکہ گردشِ ایام میں جیتا جاگتا مصروف انسان ہے اور وہ اس سے محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اس کے حسن کی دلکشی میں مبتلا ہوئے بنا بھی نہیں رہ پاتے۔ محبوب کی قربت شاعر کے لمحوں کو معطر کر دیتی ہے۔

کیوں جھپکتی نہیں میری آنکھیں!
چاندنی میں نہا کے، آئے ہو؟
دل سمندر میں چاند سا اترا
کیسی خوشبو لگا کے آئے ہو!(۱۵)

"یاد" امجد اسلام امجد کا محبوب موضوع ہے لیکن وہ روایتی عاشق کی طرح غمِ جدائی میں نڈھال نہیں ہوتے نہ زار و قطار آنسو بہاتے ہیں بلکہ وہ ماضی کے محبوب لمحوں سے رت جگوں کو حسین بناتے ہیں۔ وہ تنہائیوں میں بھی اپنے محبوب کے وجود کو اپنے ارد گرد محسوس کرتے ہیں اور فراق میں بھی وصل کا سا لطف اُٹھاتے ہیں۔ کبھی اچانک ہی ان کو وقت گزرے لمحوں میں لے جاتا ہے اور انہیں یوں لگتا ہے کہ سبھی کچھ لوٹ آیا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کئی گزرے ہوئے منظر
کچھ ایسے ایک لمحے کو لپٹتے ہیں
کہ ان کے ساتھ وابستہ سبھی کچھ لوٹ آتا ہے
حقیقت اور گماں کی سرحدیں
کچھ اس طرح آپس میں ملتی ہیں
کہ دریا ساتھ چلتا ہے، کنارا چھوٹ جاتا ہے
مری جاں آج اس لمحے
مرے چاروں طرف تم ہو(۱۶)

امجد پرانی قدروں سے اپنا رشتہ قائم رکھتے ہیں مگر وہ پرانی روش کو بدرجہ اُتم اپنانے کے قائل نہیں۔وہ ہر مسافت میں اپنے منفرد نقوش قائم کرنے کے اہل ہیں اور پُر عزم بھی۔

کیوں پرانی روش کو اپنائیں
اس سے بہتر ہے ہر مسافت میں
ہم نئے راستے نکالیں اور
اپنے نقشِ قدم بنا جائیں (۱۷)

ان کے ہاں "زندگی" گہری معنویت رکھتی ہے زندگی کے متعلق ان کا فلسفہ گہرائی کے ساتھ سامنے آتا ہے۔وہ زندگی کو محض دکھوں اور غموں یا خوشیوں اور مسرتوں سے عبارت نہیں سمجھتے وہ ماہ و سال کو گنتی کے پیمانے پر نہیں رکھتے بلکہ زندگی کو اس کے گزارنے کے ہنر اور حوصلے سے عبارت کرتے ہیں۔

وہ دیکھتے ہیں فقط ایک ہی حوالے سے
کہ ماہ و سال کے اندر تھی زندگی کتنی!!(۱۸)

اس مجموعے میں جابجا رومانویت سے ماورا موضوعات نظر آتے ہیں۔امجد اپنی گزشتہ رومانوی شاعری سے اب بھی حظ اُٹھاتے ہیں مگر ان کے چاروں طرف پھیلی دنیا ان کو کچھ اور مناظر دکھانے لگتی ہے۔وہ ان احساسات کا اظہار "یہیں کہیں" کے دیباچے میں یوں کرتے ہیں:

> میں جو مڑ کے "برزخ" کی رومانی نظموں دیکھتا ہوں تو میرا دل ان تجربات و محسوسات کی خوشبو سے مہک تو اٹھتا ہے لیکن جب میں اس خوشبو کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں تو میرے چاروں طرف لگے ہوئے آئینے مجھے کچھ اور ہی منظر دکھانے لگتے ہیں۔حسن کا ہر روپ مجھے آج بھی اچھا لگتا ہے لیکن اب میری آنکھیں اس سے آگے،اس کے پار اور اس سے ماورا بھی دیکھنا چاہتی ہیں میں آج بھی خواب دیکھتا ہوں مگر اب وہ سب کے سب صرف میری ذات کیا آئینہ دار نہیں ہوتے اب ان میں میرے ارد گرد سمٹی ہوئی دنیا اور میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات بھی چہرہ کشا ہوتی ہے۔ (۱۹)

امجد اسلام امجد نے جون ایلیا کی محبت میں بھی ایک نظم اس مجموعے میں شامل کی ہے جس میں امجد نے انہیں اس دنیا کا اجنبی مسافر ظاہر کیا ہے۔ان کی شاعری میں ان کو زندہ قرار دیا ہے اور ان کی آگہی کو ان کی موت کا سبب جانا ہے۔

تھا وہ اک عجب ستارا
کسی اور کہکشاں کا
کسی اور کہکشاں میں
کہ ہو جیسے کوئی منظر
کسی اور داستاں کا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

کسی اور داستاں میں !(۲۰)

یہی نہیں، وہ سرحد پار اپنے دوست اور نامور شاعر گلزار سے بھی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔اپنی نظم "اپنے دوست گلزار کے لئے ایک نظم" میں وہ ان کی شاعری کو سراہتے ہیں، الفاظ کے چناؤ اور ان کے منفرد موضوعات کی تعریف کرتے ہیں ان کے گیتوں کو ہر فرد کے باطن کی صدا قرار دیتے ہیں ان کی خاموش طبع اور شعری ہنر کی ہم آہنگی کو کمال جانتے ہیں اور سرحدی قید سے بالا تر ایک دوسرے کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں۔ان کے خوبصورت شعری اسلوب کو دیکھئے:

یوں تو گھمبیر ہو خاموش سمندر کی طرح
دشتِ تحریر میں دریا کی طرح بہتے ہو
اَن کہی بات بتانا کوئی تم سے سیکھے
اس طرح کہتے ہو جیسے کہ نہیں کہتے ہو
تم مرے دوست ہو گلزار، مرے ساتھی ہو
سرحدیں اپنی جگہ مرے لئے کافی ہے
یہی احساس کہ ہر سانس میں ہم دونوں کے
دل دھڑکتے ہیں اسی ایک فلک کے نیچے
اور ہم اپنی دعاؤں میں، مناجاتوں میں
اک دوجے کا بھلا چاہتے ہیں (۲۱)

انسان زندگی میں ہر قدم ہر راہ پر ایک نئے تجربے سے دوچار ہوتا ہے۔ہر لمحہ انسانی احساسات کو متاثر کرتا ہے انسانی جذبات پر اس کا اثر ہوتا ہے انسان آگہی کی منزلیں طے کرتا ہے اور اس کا شعور ہر مرحلے پر اور بھی پختہ ہوتا جاتا ہے۔حیاتِ انسانی کے ایسے بہت سے تجربات کا اظہار ہمیں امجد اسلام امجد کی شاعری میں بھی ملتا ہے کہیں وہ خاموشی کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں کہیں روزی کے مسئلے پر اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہیں شعور و آگہی کی بات کرتے ہیں۔

گزر نہ جاؤ یونہی آگہی کے رستے سے
یہ صرف ایک مسافت نہیں، یہاں ہر پل
تم اپنے ذہن کے اندر بھی قد بڑھاتے ہو !(۲۲)

امجد اسلام امجد کی شاعری روایت اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔یہ دورِ حاضر کی آئینہ دار بھی ہے اور روایت سے بھی اپنا رشتہ مضبوطی سے قائم رکھتی ہے۔وہ محبت، وصل، ہجر محرومی، اُمید، احساس، رومان، مناظرِ فطرت، قدرت، آفات، ہمدردی انسانیت، شام، رات وغیرہ جیسے مضامین سے نظم و غزل کو سجاتے ہیں۔وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور اس مجموعے کا انتساب بھی انہوں نے ن،م راشد، فیض اور مجید امجد کے نام کیا ہے۔نظم کے علاوہ وہ غزل میں بھی کامیاب نظر آتے ہیں۔ان کے ہاں موضوعات کی ندرت ہے اور اسلوب کی دلکشی۔بعض جگہوں پر موضوع کی یکسانیت بھی ان کے اظہار کی انفرادیت میں گم ہو جاتی ہے۔ان کی شاعری میں نغمگی کا مدھم احساس بھی ہے اور گرمئی جذبات بھی۔اپنی شاعری کو روایتی رنگ کے ساتھ نئے اسالیب سے ہم آہنگ کرنا ان کا خاص ہنر ہے۔امجد اسلام امجد کی شاعری نئے شعراء کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔امجد اسلام امجد، یہیں کہیں، لاہور، جہانگیر بک ڈپو، ۲۰۰۶ء، ص:۲۰

۲۔ایضاً، ص:۲۲،۲۱

۳۔ایضاً، ص:۳۳

۴۔ایضاً، ص:۳۵

۵۔ایضاً،ص:۴۴

۶۔ایضاً،ص:۵۴

۷۔ تقی عابدی،امجد فہمی، جہلم، بک کارنر،۲۰۱۸ء،ص:۲۹۱

۸۔ایضاً،ص:۶۵

۹۔ایضاً،ص:۷۴

۱۰۔ایضاً،ص:۳۷

۱۱۔ایضاً،ص:۹۹،۱۰۰

۱۲۔ایضاً،ص:۱۱۰

۱۳۔ایضاً،ص:۱۱۴

۱۴۔ تقی عابدی،امجد فہمی،ص:۲۸۶۔۲۸۷

۱۵۔ایضاً،ص:۶۴،۶۳

۱۶۔ایضاً،ص:۵۷

۱۷۔ایضاً،ص:۱۲۹

۱۸۔ایضاً،ص:۱۲۵

۱۹۔ ایضاً، دیباچہ

۲۰۔ایضاً،ص:۳۹

۲۱۔ایضاً،ص:۱۲۲،۱۲۱

۲۲۔ایضاً،ص:۱۲۶

References in Roman Script:

1. Amjad Islam Amjad, Yahin Kahin, Lahore: Jahangir Book Depot, 2006, p. 20
2. Ibid, p. 21, 22
3. Ibid, p. 33
4. Ibid, p. 35
5. Ibid, p. 44
6. Ibid, p. 54
7. Taqi Abidi, Amjad Fehmi, Jehlum: Book Corner, 2018, p. 291

8. Ibid, p. 65
9. Ibid, p. 74
10. Ibid, p. 37
11. Ibid, p. 99, 100
12. Ibid, p. 110
13. Ibid, 2006, p. 114
14. Taqi Abidi, Amjad Fehmi, p. 286, 287
15. Ibid, p. 63- 64
16. Ibid, p. 57
17. Ibid, p. 129
18. Ibid, p. 125
19. Ibid
20. Ibid, p. 39
21. Ibid, p. 121, 122
22. Ibid, p. 126